رسالہ انجمن قصور کا ادبی طرزِ فکر ــــ تحقیقی و تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن میو

Dr. Atta-ur-Rehman Meo

Associate Professor, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

The "Risala" was the representative magazine of Anjuman e Kasur, which proved its mettle by making discussions of various literary genres, the subject. The proceeding printed in it are a rare collection of history and literature.The "Risala", along with other contemporary magazines, took an active part in the development of Urdu language and literature. In addition to proceedings, the 'Risala'' also published dialogues, biographies and travelogues,which are a testament to its high quality. Articles on accuracy and refinement of language also continued to be a part of it. This article provides an overview of the literary style of the "Risala".

ادب زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے ۔ یہ منثور ہو یا منظوم ، ہر دو حوالوں سے زندگی کے جملہ مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ ادب ایک طرف انبساط کا نام ہے تو دوسری طرف حزن و یاس کی کیفیت بھی ادب میں جگہ پاتی ہے۔ ادیب اسی معاشرے کا فرد ہے جو اپنے اردگرد وقوع پذیر ہونے والے حالات و واقعات سے آنکھیں نہیں چُرا سکتا بلکہ اپنی حساس طبع کی بنا پر وہ ان سے متاثر ہوتا ہے اور پھر اس کی اظہاریت خامہ قرطاس کی شکل میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ گویا وہ اپنے تخیل ، تجربات ، مشاہدات کی بنا پر جو کچھ دیکھتا ہے، محسوس کرتا ہے، جس کرب و الم کی کیفیت سے گزرتا ہے یا نشاطیہ لے اس کی زندگی کو مسرت بخشتی ہے ان سبھی کیفیات کو کاغذ پر منتقل کرنے میں دیر نہیں لگاتا، اسی لیے سجاد باقر رضوی ادب کو کسی قوم کے داخلی اور اس کے طرز احساس کی تاریخ قرار دیتے ہیں۔(۱) ''رسالہ'' انجمن مفید عام قصور کی ادبی تحریریں اس بیان کی بھرپور عکاسی ہیں۔ یہ تحریریں اپنے عہد کی متحرک تصویریں ہیں۔ ادب کی بہت سی اصناف کو اردو میں متعارف کروانے کا سہارا سر سید تحریک کو حاصل ہے۔ ''رسالہ'' کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے طور پر مختلف ادبی اصناف کے مباحث کو موضوع بنا کر اپنے معیار کا لوہا منوایا اور سرسید تحریک کو تقویت بخشنے کا فریضہ انجام دیا۔ ''رسالہ'' میں جُملہ اصناف ادب کی نمائندگی ملتی ہے۔ رُوداد لکھی گئی ہے تو اس میں جہاں انشاء پردازی کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں تو وہاں اس میں منظر نگاری، تہذیب و تمدن کی عکاسی حتیٰ کہ زمان و مکان کی جزئیات تک سمودی گئی ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

''میونسپل کمیٹی کے وسیع اور سرسبز باغیچہ میں جس کے گرد نہر کا پانی جا بجا سیراب کر رہا تھا، درختوں کی سرسبز شاخوں اور پتوں کے بیچ میں رنگ برنگ کی قندیلیں روشن اور آویزاں کی گئیں تھیں، جو بڑی خوشنما ظاہر ہوتی تھیں اور بڑی بڑی خوبصورت چمنی دار لالٹینیں بھی جو ابھی شہر کی روشنی کے لیے بن کر آئی ہیں، شہر کے باہر اور باغ میں سڑکوں کے دونوں طرف ایک دوسرے کے عین مقابل اور پاس پاس روشن کی گئیں تھیں۔''(۲)

''رسالہ'' انجمن قصور میں چھپنے والی یہ رُوداد یں تاریخ سے زیادہ ادبی شان لیے ہوئے ہیں۔

سوانح عمری کسی بھی شخص کی ذاتی زندگی کے بارے میں جاننے کی بہترین صورت ہوتی ہے۔ یہ صنف فرد کی نجی زندگی کے ساتھ ساتھ اس دور کے عمومی حالات کو بھی زیرِ بحث لاتی ہے۔ یوں اس صنف کے ذریعے جہاں ہم اس شخص کے کارناموں سے واقف ہوتے ہیں، وہاں اس دور کا تجزیہ بھی کر سکتے ہیں۔ ''رسالہ'' میں چھپنے والی سوانح عمریاں، تاریخی وادبی اعتبار سے اردو ادب کا سرمایہ ہیں۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اشاعت مذہبی وعلمی سطح پر قابل تحسین ہے، جسے منشی غلام جیلانی خاں نے بڑی عقیدت ومحبت سے تحریر کیا، جو شبلی نعمانی سے پہلے سیرت النبیؐ پر خوبصورت تصنیف ہے اور ''رسالہ'' میں کئی قسطوں میں شائع ہوئی تھی۔

سر آئزک نیوٹن کی سوانح بھی ''رسالہ'' کا اہم مقالہ ہے، جسے پڑھ کر نیوٹن کی زندگی، سائنسی کارنامے اور اس دور کی سائنسی ترقی کی تصویر سامنے آتی ہے۔ فردوسی طوسی کی سوانح، ادبی شان کی حامل ہے، جس میں فردوسی کے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ اس کے فن کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں اور اس کے ہم عصروں سے موازنہ کر کے فردوسی کا مقام متعین کرنے کی کاوش کارفرما ہے۔

''رسالہ'' نے ملکہ برطانیہ جو قیصرۂ ہند کہلاتی تھیں، کے سوانحی حالات بھی شائع کیے ہیں۔ جس سے برطانوی شاہی خاندان کے بہت سے گوشے بے نقاب ہوتے ہیں اور ملکہ کی زندگی کے نشیب وفراز سے پردہ اٹھتا ہے۔

ذیل میں مذکورہ سوانح عمریوں کے کچھ نمونے دیے گئے ہیں:

۱۔''اس میں شک نہیں کہ جب آپؐ کے اعلانِ دعوت سے ہجرت پاک کے واقعات پر نظر کی جاوے تو آپؐ کے حالات بعینہٖ ان بہت سے نبیوں کے مطابق پائے جاتے ہیں، جنھوں نے آپؐ سے اوّل جہان کو دولت ہدایت سے مالا مال کیا، وہ حالات کیا ہیں۔ آپ کا ضلالت کی تیرگی سے روشنی کی طرف بلانا، بد رویوں اور ناشائستگیوں کے خوف سے ڈر کر تہذیب اور شائستگی کا رستہ دکھانا۔''(۳)

۲۔''نیوٹن بڑا ملنسار اور ملاقات کا پورا تھا۔ جو لوگ اس سے ملنے آتے تھے، خود بھی ان سے جا کر ملاقات کرتا، اس کے منہ سے کبھی کوئی بڑائی کا کلمہ نہ نکلتا تھا۔ وہ زبان کا سچا، دل کا صاف اور طبیعت کا نرم تھا۔''(۴)

۳۔''فردوسی نے اسفندیار اور رستم کا قصہ نظم کر کے بادشاہ کے روبرو پیش کیا، وہ اس کو سن کر اس قدر خوش ہوا کہ شاہنامہ کی تصنیف اس کے سپرد کی اور وزیر اعظم کو حکم دیا کہ جس وقت یہ

ہزار شعر کہہ لایا کرے، تو ایک ہزار اشرفیاں اسے دے دیا کرو۔ کہتے ہیں کہ لقب فردوسی بھی اس شاعر کو محمود ہی کے دربار سے عطا ہوا تھا۔'' (۵)

۴۔'' ملکہ وکٹوریا، قیصرۂ ہند، نواب کنٹ کی، جو جارج سوم کے چوتھے فرزند تھے، دختر نیک اختر ہیں، دارالسلطنت لندن میں ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئیں، والد کی وفات پر جب یہ صرف ایک برس کی تھیں، انگلستان کی آئندہ ملکہ گردانی گئیں۔ بچپن کے زمانہ میں اپنی مادر مہربان کے زیر سایہ رہیں، چھٹپن میں اگرچہ نازک تھیں، لیکن اوضاع واطوار میں چالاک اور کھیل تماشہ کی شائق تھیں۔'' (۶)

انیسویں صدی کی آخری چوتھائی اردو زبان کی تراش خراش کے لیے سودمند ثابت ہوئی، اس عرصے میں بہت سے رسائل و جرائد نے جنم لیا اور اردو زبان وادب کو بیش بہا سرمایہ فراہم کیا۔ اس عہد میں لسانیات کی جو پختہ بنیاد رکھی گئی تھی، آج بھی اس سے انحراف ممکن نہیں۔ ''رسالہ'' کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے دوسرے معاصر جرائد کے ساتھ اردو زبان وادب کی آبیاری میں بھرپور حصہ لیا اور ایسے لسانی مضامین جو اردو کے اسالیب اور مصادر و ماخذ کے لیے بنیادی حیثیت کے حامل تھے، شائع کر کے اُردو کو نیا قالب عطا کیا۔

اردو زبان کے متعلق آزاد، حالی، سیف الحق ادیب اور حافظ حبیب اللہ خاں کے مضامین لسانی اعتبار سے نئی جہتیں مقرر کرتے ہیں۔ ''رسالہ'' کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اس نے ایسے مضامین جو ابھی کتابی شکل میں مرتب نہ ہوئے تھے، شائع کر کے قابلِ قدر خدمت سرانجام دی۔ (۷) علاوہ ازیں مختلف رسائل و جرائد اور لسانی موضوعات پر شائع ہونے والے مضامین پر ریویو لکھنا اور انھیں نقد و نظر کے معیار پر جانچنا بھی رسالہ کی پالیسی تھی۔ یہاں ''رسالہ'' میں جو لسانی مضامین شائع ہوئے، ان کا نمونہ پیشِ خدمت ہے:

۱۔'' زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے اہلِ ملک میں علم آتا ہے، پھر علمی اشیاء کے لیے الفاظ یا تو اس علم کے ساتھ آتے ہیں یا وہیں ایجاد ہو جاتے ہیں۔ علمی الفاظ کا ذخیرہ خدا نے بنا کر نہیں بھیجا، نہ کوئی صاحبِ علم پہلے سے تیار کر کے رکھا گیا۔ جیسے جیسے کام اور چیزیں پیدا ہوتی گئیں، ویسے ویسے ان کے الفاظ پیدا ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔'' (۸)

''رسالہ'' نے صرف و نحو سے متعلقہ مضامین بھی شائع کیے، جس کا مقصد اُردو زبان کے روزمرہ اور محاورات کو نئے قالب میں ڈھالنا تھا۔ سنسکرت، عربی، فارسی اور دوسری زبانوں کے جو الفاظ اردو زبان کا جزو بن چکے تھے، ان کا موازنہ کر کے اُردو ذخیرۂ الفاظ کو ثروت بخشی، یہاں کچھ مثالیں دی جاتی ہیں:

۱۔ چتر دھر، (سنسکرت) اُردو میں چودھری ہو گیا۔ چندر، چاندری، (سنسکرت) اُردو میں چاند اور چاندی ہوئے۔ ہتی، (سنسکرت) اُردو میں ہاتھی ہو گیا۔ (۹)

۲۔ ابا۔ اما، اورام سے نکلا ہے، ماں باپ کو کہتے ہیں۔

چغ یا چق، ترکی میں باریک پردہ کو کہتے ہیں۔

ہمام دستہ، ہاون دستہ کہلایا۔ (۱۰)

۳۔تالغت عرب میں خاک کو کہتے ہیں اور فارسی میں عدد کے معنی دیتا ہے جیسے یکتا، دوتا
وغیرہ
تا کے معنی اس طرح بھی ہیں:
ہرگز، تا درشتی ہنر نہ پنداری
برائے انتہائے زمانی، تا بروز جزا پیاپے باد۔(۱۱)

مذکورہ مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ''رسالہ'' زبان و بیان کی بدلتی ساخت کو پروان چڑھانے کے علاوہ صرف ونحو کے نمونے پیش کر رہا تھا۔

''رسالہ'' نے صرف ونحو کے ساتھ لُغت پر بھی توجہ مبذول کی، فرہنگ لغات مستعملہ عدالت ہائے گورنمنٹ، اور نیرنگ فرہنگ کو بالاقساط شائع کر کے اردو ادب کو نئی سائنسی وقانونی اصطلاحات سے ہم آہنگ کیا۔ جس سے ایک طرف زبان و ادب نئے ذائقے سے آشنا ہوا تو دوسری طرف روزمرہ بول چال میں آسانی پیدا ہوئی۔ ''رسالہ'' نے تراجم کے ذریعے بھی اردو زبان وادب کو سرمایہ فراہم کیا۔ فارسی، انگریزی، عربی اور سنسکرت زبان کے تراجم اردو زبان میں پیش کیے۔ ''نپولین کے حالات زندگی''، ''رابنسن کروسو کی سوانح''، ''بوستانِ سعدی''، ''گلستانِ سعدی'' ہندوؤں کی مذہبی تاریخ اور دیگر تراجم نے اردو کے نثری ادب میں اضافہ کیا۔

مذکورہ تراجم اس قدر آسان، سادہ اور روزمرہ کے حامل ہیں کہ انھیں پڑھتے ہوئے ترجمے کا احساس ہی نہیں ہوتا، یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے کسی تخلیق کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

''رسالہ'' میں بعض مکالمے بھی شائع ہوئے ہیں۔ یہ مکالمے اس وقت کی روزمرہ زبان سے عبارت ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے، ان مکالموں کے ذریعے بالمشافہ گفتگو ہو رہی ہے اور پند ونصائح کے ذریعے امر ونہی کا درس دیا جا رہا ہے۔ ''رسالہ'' کی یہ خصوصیت رہی کہ اس نے ادب کے ضمن میں مقصدی مواد شائع کیا، جس سے اردو زبان وادب کا فروغ مقصود تھا۔

سفرنامہ ایک دلچسپ روداد کی مانند ہوتا ہے۔ جسے رنگین بیانی سے دلچسپ بنا دیا جاتا ہے۔ یوں اس میں تمثیلی انداز کے ساتھ ساتھ ادبی چٹخارے بھی ملتے ہیں اور انشاء پردازی کے جوہر بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ''رسالہ'' نے بھی کئی سفرنامے شائع کیے۔ جن میں سرسید احمد خاں کا ''فرانس کے دارالحکومت پیرس کا چشم دیدہ حال''، ''کیمبرج یونیورسٹی واقع انگلینڈ کا حال'' منتخب سفرنامہ مسٹر رابرٹ شابابت ملک یارقند اور مولوی سمیع اللہ خان کا ''لنڈن اور اس کے اطراف کے دلچسپ حالات'' کافی مشہور ہوئے۔ چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

> ''کیمبرج ایک قدیم چھوٹا سا قصبہ قریب ساٹھ میل کے لندن سے واقع ہے۔ چھ سو برس سے زیادہ گزرے کہ ایک امیر پادری نے ایک مدرسہ قائم کیا اور اپنی جائیداد اس کو دے دی، جس کی آمدنی سے خرچ چلتا تھا۔''(۱۲)

> ''لنڈن میں شراب خانوں کی بڑی کثرت ہے اور شراب نوشی بے محابا برسر بازار کثرت سے ہے۔ سڑکوں پر عورتیں اور مرد شراب کے نشہ میں پھرتے ہیں۔ جوان عورتیں ہی شراب نہیں پیتیں، بلکہ عمر رسیدہ عورتیں بھی اس میں مبتلا ہیں۔''(۱۳)

تحقیق کے بغیر کسی بھی علم کی تہ تک پہنچنا ناممکن ہوتا ہے۔ تحقیق ہمارے سامنے نئے جہانوں کے در وا کرتی ہے۔ تحقیقی کاوشیں ہی کسی قوم کو عروج سے ہمکنار کر کے اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں۔ گویا تحقیق زندگی کا ایسا لازمہ ہے، جس کے بغیر نہ ہم ماضی کے جھروکوں میں جھانک سکتے ہیں اور نہ مستقبل کی پیش بندی کر سکتے ہیں۔

انیسویں صدی اس لحاظ سے خوش آئندہ ثابت ہوئی کہ جہاں اس میں مشرقی اقدار، مغربی اقدار کے ہاتھوں مغلوب ہوئیں تو وہاں تحقیق وجستجو کے نئے در وا ہوئے۔ یہ تحقیق کسی ایک شعبے تک محدود نہ تھی، بلکہ ادب کے جملہ شعبوں کے علاوہ دوسرے علوم بھی تحقیقی کاوشوں سے فیض یاب ہوئے۔ اس دور کے رسائل وجرائد نے تحقیقی مضامین شائع کیے اور تحقیق کی دنیا میں نئے مباحث کا آغاز کیا۔

''رسالہ'' انجمن نے بھی تحقیقی مضامین کے لیے اپنے صفحات مختص کیے۔ زبان وادب کے علاوہ بیشتر سائنسی و تاریخی تحقیق پر مبنی مضامین شائع کیے۔ ''رسالہ'' میں زبان وادب سے متعلق جو تحقیقی مضامین شائع ہوئے، ان میں آزاد کے مضامین متعلقہ ''اردو زبان'' سیف الحق ادیب کا مضمون ''اردو نظم'' سرسید کے مضامین ''ہماری زبان اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم'' عربی زبان کے مصادر و ماخذ اور فارسی زبان کے مصادر و ماخذ نمایاں ہیں۔ علاوہ ازیں اردو زبان کا سنسکرت، بھاشا، ترکی، فارسی اور دیگر زبانوں سے استفادہ کر کے نئے قالب میں ڈھلنا بھی بالتفصیل پیش کیا گیا۔

ابتداء میں ''رسالہ'' کے صفحات شاعری سے خالی نظر آتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ سرورق فارسی شعر سے مزین تھا۔ ''رسالہ'' میں شاعری کے موضوعات پر مضامین تو شائع ہوئے لیکن منظوم کلام کی نوبت نہ آئی۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء میں ''رسالہ'' نے ''مسدس حالی'' پر بھرپور تقریظ لکھی اور مسدس کے بعض بند بھی نقل کیے۔ جنوری ۱۸۸۰ء میں ''رسالہ'' نے ''مثنوی مسدس حالی'' کی افادیت کے پیش نظر اسے مع دیباچہ شائع کر دیا تاکہ انجمن قصور کے ممبران اور دیگر افراد بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ اکتوبر ۱۸۸۱ء میں ''رسالہ'' نے حالی کی مثنوی ''نشاط امید'' شائع کی اور اس کی بابت لکھا:

> ''ہم سے ہمارے بعض لائق دوستوں کی متواتر فرمائش تھی کہ اس ''رسالہ'' میں مسدس حالی کے بعد اب تک کسی ایسی پُر تاثیر نظم کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے جو ہمارے قدیم مشرقی شاعری کے اصول کے برخلاف مغربی خیالات کی جھلک دینے والی ہو اور اپنی سادگی کی زینت خداداد سے دل کو لبھانے والی ہو، مگر چوں کہ اس قسم کی نظم پر باوجود یہ کہ بہت بڑی اور مفید تحریک کے بھی جو ۱۸۷۳ء میں ہوئی تھی۔ ہم اپنے شعرائے ہم عصر کو عموماً متوجہ نہ پاتے تھے اور نظم کے اس حقیقی مذاق کا چراغ کسی ایک مشاعرہ میں بھی یہاں سے وہاں تک روشن معلوم نہ ہوتا تھا۔ اس لیے، ہم اپنے ترقی خواہ دوستوں کے ارشاد کی عدم تعمیل سے سخت منفعل و معذور تھے۔ لیکن اس وقت کہ، حسن واتفاق سے ہمارے زمانے کے سخن ور عالی قدر جناب مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کی ایک قابلِ قدر مثنوی موسوم بہ ''نشاط امید'' ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہم اس کے دلچسپ مضمون اور مذاق سخن سنجی کا مزہ لے رہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے احبابِ منتظر بھی اس کے مطالعہ سے محروم نہ رہیں اور ایک سیدھی سادی اور سچی اور بے تکلف شاعری کے لیے مثنوی کو نظیر تصور فرمائیں۔'' (۱۴)

''رسالہ'' کی دستیاب فائلیں دیکھنے سے مختلف شعراء کے چیدہ چیدہ اردو اور فارسی کے اشعار نظر آتے ہیں۔ یہ اشعار موقع ومحل کی مناسبت سے ''رسالہ'' کے مضامین کی تقویت کے لیے رقم کیے گئے ہیں۔ اردو اشعار کے علاوہ فارسی اشعار بھی نمایاں ہیں۔ اگر چہ اس زمانے میں قصور ضلع لاہور کی تحصیل کا درجہ رکھتا تھا، اس دور میں ذرائع ابلاغ اور آمد ورفت بھی اتنے ترقی یافتہ نہ تھے لیکن اس کے باوجود مدیران رسالہ خصوصاً سیف الحق ادیب، فتح محمد بیگ وغیرہ ہندوستان کے شعری ادب پر گہری نگاہ رکھتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ شعری ہواؤں کا رخ کس جانب ہے، اس لیے رسالے میں ایسے اشعار پیش کیے جس سے قوم کی تعلیم و تربیت ہو اور انھیں مہمیز ملے۔ نامور شعرا جیسا کہ ذوق، حالی، ادیب اور کئی دوسرے اردو اور فارسی گو شعراء کے اشعار ''رسالہ'' کی ادبی وقعت کا باعث ہیں۔ کچھ نمونے درج خدمت ہیں:

تا خود از خویشتن نیا موزی
ندہد سو دپند لقمانت
خود اگر پند وجہہ خیر بدی
جائے بوجہل کے بدیر(۱۵) بدی
از نیک و بدت چو ہست بخشے مارا
وز سوز و غمت ملال و عیشے مارا
زنہار تو بدمکن کہ ہم بدگردیم
پستی منگر کہ پست بے حد گردیم
براوج نیکوئی شو دلیل عزت
وز بھرعروج ماشال(۱۶) ہمت
نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا ، چاہ مسجد و تالاب(۱۷) بنا
(ذوق)

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
گرد لیلیٰ بائدت زورو(۱۸) متاب

درمیانِ قعرِ دریا بندم کردہ ای
باز میگوئی کہ دامن تر مکن(۱۹) ہوشیار باش

نہ دنیا دیدم و نہ سوئے عقبےٰ چشم و اکردم
غبارپیش پایم بود نظرے پشت(۲۰) پا کردم

عنوان سے جو کچھ کہ ہوا تھا مفہوم
ہے شرح میں اس کی ذیل کے سب مرقوم

یہ کل کی خبر جو آج دی تم نے ادیب
خود ہو گی بہ شرط زندگانی(۲۱) معلوم

دیر و حرم کو تیرے فسانوں سے بھر دیا
اپنے رقیب آپ رہے ہم جہاں رہے
ہنستے ہیں اس کے گریۂ بے اختیار پر
بھولے ہیں بات کہہ کے کوئی رازداں سے ہم
(حالی)
ہر بزم میں رفاہِ خلائق کا ذکر ہے
گر فکر ہے اس عہد میں تو یہ ہی فکر ہے

ترویج کار خیر کی تحریر ہے کہیں
تہذیب قوم کے لیے تسطیر ہے کہیں
کسانوں کی ترقی کی تقریر ہے کہیں
اصطلاح کشت کاری کی تدبیر ہے کہیں

اللہ رے امرِ خیر کی کیا دھوم دھام ہے
ہر شہر میں صلاح فلاح صبح و شام(۲۲) ہے
(مرزا فتح محمد بیگ)

گویا ''رسالہ'' نے شاعری کے ذریعے سے جہاں ادبی ذوق کا نمونہ پیش کیا، وہاں اخلاقی درس دینے کی بھی سعی کی۔ ''مسدسِ حالی'' اور مثنوی ''نشاطِ امید'' کی اشاعت کا مقصد قوم کے سامنے پاکستانی عظمت کا نمونہ پیش کرنا تھا، تا کہ ماضی کا نوحہ مستقبل کی صحیح سمت متعین کرنے میں کارگر ہو سکے اور قوم فنی و صنعتی لحاظ سے اپنی حالت سدھار کر ایک نئے ولولے سے سرشار ہو سکے۔ نیز اس میں جو قنوطیت کی لہر در آئی تھی اس کو رجائیت میں بدلا جا سکے۔

حوالہ جات

۱۔ سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر، مغرب کے تنقیدی اصول، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص: ۲۴۳

۲۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۷، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۸۸۰ء، ص: ۷۰

۳۔ غلام جیلانی خاں، حالات حضرت محمد صلعم، رسالہ انجمن قصور، جلد ۲، شمارہ ۱۱، نومبر ۱۸۷۵ء، ص: ۱۳

۴۔ آئزک نیوٹن، سر حکیم، رسالہ انجمن قصور، جلد ۸، شمارہ ۸، بابت ماہ اگست ۱۸۸۱ء، ص:۴۰

۵۔ فردوسی طوسی کا حال، رسالہ انجمن قصور، جلد ۸، شمارہ ۳، بابت مارچ ۱۸۸۱ء، ص:۱۸

۶۔ ملکہ معظّمہ قیصرۂ ہند کے حالات، رسالہ انجمن قصور، جلد ۷، شمارہ ۹، بابت ستمبر ۱۸۸۰ء، ص:۲۵

۷۔ آزاد کی کتاب ''آبِ حیات'' کے دیباچے کا کچھ حصہ مضامین کی شکل میں ''رسالہ'' انجمن قصور میں ۱۸۷۴ء، ۱۸۷۵ء اور ۱۸۷۶ء میں شائع ہوتا رہا تھا۔ بلکہ آبِ حیات ۱۸۸۱ء میں شائع ہوئی۔

۸۔ آزاد، محمد حسین، مضمون: زبان اردو، مشمولہ: رسالہ انجمن قصور، جلد ۲، شمارہ ۵، بابت مئی ۱۸۷۵ء، ص:۱۲

۹۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۲، شمارہ ۸، بابت اگست ۱۸۷۵ء، ص:۱۲

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۶

۱۱۔ ایضاً، جلد ۹، شمارہ ۱۱، بابت نومبر ۱۸۸۲ء، ص:۱۹

۱۲۔ کیمبرج یونیورسٹی کا مختصر حال، رسالہ انجمن قصور، جلد ۷، شمارہ ۸، جولائی ۱۸۸۰ء، ص:۱

۱۳۔ سمیع اللہ خان مولوی، لندن اور اس کے اطراف کے دلچسپ حالات، مشمولہ: رسالہ انجمن قصور، جلد ۷، شمارہ ۱۱، نومبر ۱۸۸۰ء، ص:۴۴

۱۴۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۸، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۸۸۱ء، ص:۱

۱۵۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۱۲، شمارہ ۴، اپریل ۱۸۸۵ء، ص:۹

۱۶۔ ایضاً، ص:۲۷

۱۷۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۸، شمارہ ۱، جنوری ۱۸۸۱ء، ص:۸

۱۸۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۷، شمارہ ۴، اپریل ۱۸۸۰ء، ص:۱۵

۱۹۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۷، شمارہ ۵، مئی ۱۸۸۰ء، ص:۲۲

۲۰۔ ایضاً، ص:۲۸

۲۱۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۷، شمارہ ۱۱، نومبر ۱۸۸۰ء، ص:۳

۲۲۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۲، شمارہ ۵، مئی ۱۸۷۵ء، ص:۳۰

☆......☆......☆